۵۔ سڑک

ڈاکٹر صفدر

پہلی بات : راستے ہمیں منزلوں تک پہنچاتے ہیں۔ ان کے بغیر سفر کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ روزانہ سڑک سے ہزاروں لوگ گزرتے ہیں لیکن ہماری زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے اور بدلتے حالات نے سڑک کی معنویت کو کس طرح تبدیل کیا ہے، ان پہلوؤں پر بہت کم لوگوں نے غور کیا ہوگا۔ آس پاس بکھری ہوئی چیزوں کے ہم اتنے عادی ہوجاتے ہیں کہ ان سے متعلق کوئی نئی بات ہمارے ذہن میں نہیں آتی۔

'سڑک' ایک انشائیہ ہے۔ انشائیہ ہمیں زندگی کو ایک نئی نظر سے دیکھنے اور سوچنے پر آمادہ کرتا ہے۔ انشائیے میں روزمرہ کی دیکھی بھالی چیزوں کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ معنویت کے نئے نئے پہلو نکل آتے ہیں۔

جان پہچان : ڈاکٹر صفدر یکم جولائی ۱۹۴۶ء کو اَچل پور، ضلع امراوتی (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ وروڈ میں تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد وہ بحیثیت پرنسپل سبکدوش ہوئے۔ وہ نامور ناقد، جدید شاعر اور طنز و مزاح نگار ہیں۔ 'شاعری اور شیوۂ پیغمبری، جدید شعری تنقید، بے آمیز (تنقید)، قلقلِ آبِ وضو' اور 'لفظوں پہ رم (شاعری)، آئینۂ خنداں' (انشائیے) ان کی تصانیف ہیں۔ مثالی مدرّس کے اعزاز کے علاوہ مہاراشٹر اور بہار اُردو اکیڈمیوں نے انھیں انعامات سے نوازا ہے۔ ان کے تنقیدی مضامین میں بھی شگفتہ اسلوب پایا جاتا ہے۔ ان کے مزاحیہ مضامین اور انشائیے ماہنامہ 'شگوفہ' حیدرآباد اور دیگر اہم رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

میں اپنے کمرے کی اس کھڑکی میں آ بیٹھا ہوں جو ایک بھری پُری شاہراہ کی طرف کھلتی ہے۔ میرے دائیں بائیں واصف اور فضیل ہیں۔ میرے سامنے سڑک ہے۔ میں چونک پڑتا ہوں اس لیے کہ واصف کہتا ہے یہ سڑک امراوتی سے آرہی ہے۔ فضیل کہتا ہے، یہ سڑک ناگپور جارہی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سڑک ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ سڑک بیک وقت آرہی ہے، جارہی ہے اور موجود بھی ہے۔ اب یہ کھڑکی جو شاہراہ کی طرف کھلتی ہے، میری سوچ کی کھڑکی بن جاتی ہے اور سڑک میرے فکر و تخیّل پر رواں دواں ہے۔

سڑک کی ابتدا نقشِ کفِ پائے آدم سے ہوتی ہے۔ حضرت آدمؑ نے حضرت حوّا کی تلاش میں چلتے ہوئے جب پیچھے مڑ کر دیکھا، حضرت حوّا تو نظر نہ آئیں، اُن کے نقشِ قدم سے بنی ایک سطر پیچھے پیچھے چلی آرہی تھی۔ آج سڑک کے طول وعرض میں دن دونی رات چوگنی ترقّی ہورہی ہے۔ اس کے طول کا ناپنا تو خیر ایک ناممکن سی بات ہے، اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے میں شہر شہر اَن گنت لوگ اپنی جانیں گنوا رہے ہیں۔ غرض یہ کہ حضرتِ انسان نے بے خیالی میں جو سب سے پہلا خط زمین پر کھینچا، وہ سڑک ہے۔ پھر سڑک نے بنی نوعِ انسان کو کھینچنا شروع کردیا۔ اب زندگی اسی کھینچ تان کا نام ہوکر رہ گئی ہے۔ کھینچا تانی کی ایک صدی میں سڑک کہاں پہنچی اور ہم کس حال کو پہنچے، یہ ایک المناک حقیقت ہے۔ آئیے ...سڑک کے اس سفر پر نظر ڈالیں۔

پہلے سڑک کسی منزل کا اشاریہ ہوتی تھی مثلاً ناگپور روڈ، ممبئی روڈ وغیرہ۔ مطلب یہ کہ ناگپور روڈ کا مسافر ناک کی سیدھ میں چلتا رہا تو سڑک کے مسافر کا ناگپور پہنچنا یقینی ہے۔ یہ بھی اُس وقت کی بات ہے جب سڑک کی اپنی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ سڑک کے بطون

میں جب احساسِ خودی جاگا تو اس نے اپنے نسبتی نام تیاگ دیے اور انسانوں کی طرح اپنے نام رکھ لیے: گاندھی روڈ، امبیڈکر روڈ، مولانا آزاد روڈ وغیرہ۔

مگر یہ بات بھی گئی گزری ہوگئی۔ یہ سڑک کے سفر کی ایک منزل تھی۔ آج سڑک اُس منزل سے بہت آگے نکل گئی ہے۔ یہ تو اس وقت کی بات ہے جب احساسِ خودی سے مُتَّصِف ہونے کے باوجود سڑک احترامِ آدمیّت کی قائل تھی۔ اب آدمی تھک کر گر پڑا ہے اور سڑک آگے نکل گئی ہے۔ آگے نکلنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ اب سڑک آدمی کا نام اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ پسماندہ علاقوں کی سڑکیں آدمی کا نام گوارا کر لیتی ہیں۔ ترقّی یافتہ سڑکیں یہ بات قبول نہیں کرتیں۔ وہ سڑک نمبر ۱۲، سڑک نمبر ۱۸ کہلانا پسند کرتی ہیں۔ ہم اپنے شہر میں منظور پورہ، بلند پورہ، فرمان پورہ نہیں جاتے، سڑک نمبر ۱۷، سڑک نمبر ۱۸ ہماری منزلِ مقصود ہوتی ہے۔

پہلے آدمی گھر میں رہتا تھا اور ضرورتاً سڑک پر جاتا تھا۔ اب آدمی سڑک پر رہتا ہے اور ضرورتاً گھر جاتا ہے، بلکہ کامیاب رہائش یہ ہے کہ آدمی سڑک اور گھر کے درمیان کی ہر حدِّ فاصل کو ختم کردے۔ سڑک ہی گھر ہو اور گھر ہی سڑک ہو۔ اس کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ مکان لبِ سڑک ہو۔ لبِ سڑک مکان کی قیمت آسمان سے باتیں کرتی ہے۔ پستیوں میں پنہاں بلندیوں کا راز یوں بھی منکشف ہوا ہے۔ لبِ سڑک مکان میں رہنے کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی گھر میں رہ کر بھی سڑک سے تعلّق بنائے رہتا ہے۔ آپ گھر میں کھانا کھا رہے ہوں یا بچوں کو پیار کر رہے ہوں، اہلِ سڑک کو نظّارے کی عام دعوت ہے۔

بعض اوقات تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ نہ صرف مکان اور سڑک کے درمیانی پردے ہٹ گئے ہیں بلکہ بہتی بھیڑ نے سڑک کو سڑک رکھا ہی نہیں۔ 'بہتی بھیڑ' بنا دیا ہے۔ بھیڑ اور بھیڑ کا آدمی دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ میرے پاس وقت نہیں ہے کہ ٹھہروں اور ٹھہر کر نظارہ کروں۔

اب آدمی سڑک بن کر رہ گیا ہے۔ وہ بھی سڑک کی طرح معلوم نہیں کہاں سے آرہا ہے۔ معلوم نہیں کہاں جارہا ہے! جس طرح سڑک کا کوئی اُور چھور نہیں، اسی طرح اپنا حال یہ ہے کہ ع :

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

میں اپنا آپ، اپنے بچوں کو سونپ رہا ہوں اور سڑکیں سڑکوں کو جنم دے رہی ہیں۔

آج آدمی سڑک پر پیدا ہوتا ہے، سڑک پر مرتا ہے اور اپنے ساتھ ایک پختہ سڑک لیے قبر میں اُتر جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرنے والا راہیِ ملکِ بقا ہوا! سڑک زندگی ہے، سڑک موت ہے، سڑک آخرت ہے۔

آج آدمی اور سڑک کے درمیان حائل پردے ہٹ چکے ہیں مگر سڑک یہ نہ سمجھے کہ آدمی راستے پر آگیا ہے۔ اپنی انفرادیت کے حصول کے لیے برابر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اسی لیے صراطِ مستقیم پر بھی ٹیڑھا ٹیڑھا چلتا ہے۔

معانی و اشارات

شاہراہ	-	بڑا اور کشادہ راستہ، بڑی سڑک، ہائے وے
تخیل	-	خیال کرنا، خیال میں لانا
نقشِ کفِ پا	-	پاؤں کے تلوے کا نشان
المناک	-	دُکھ دینے والا
بطون	-	بطن کی جمع، پیٹ، شکم، مراد اندرون
متصف	-	صفت رکھنے والا، خصوصیت والا
پسماندہ	-	پچھڑا ہوا، غیر ترقی یافتہ
حدِ فاصل	-	وہ چیز جو دو چیزوں کے درمیان آ کر انھیں جدا کر دے، مراد مناسب فاصلہ
منکشف	-	کھلا ہوا، ظاہر، واضح
راہیِ ملکِ بقا ہونا	-	انتقال کر جانا
راستے پر آ جانا	-	صحیح مقصد کی طرف آ جانا، بے گھر ہو جانا

مشقی سرگرمیاں

◄ 'جان پہچان' کی مدد سے ذیل کا شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔

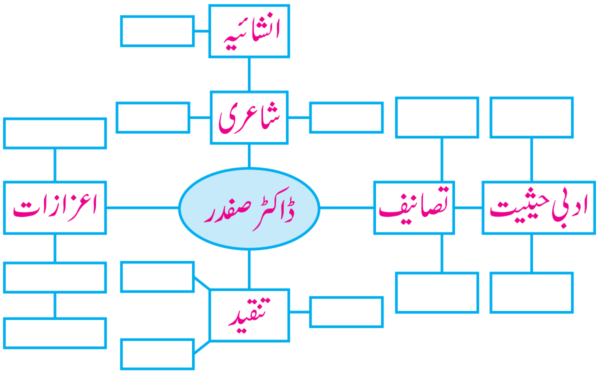

◄ سبق کا بغور مطالعہ کر کے رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

میں اپنے کمرے کی اس کھڑکی میں آ بیٹھا ہوں جو

اب یہ کھڑکی میری

سڑک

پہلے سڑک

مگر آج سڑک ـــــــ ۔

◄ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ مصنف کے فکر و تخیل پر کون سی چیز رواں دواں ہے؟

۲۔ مصنف کے خیال میں سڑک کی ابتدا کیسے ہوئی؟

۳۔ مصنف نے زندگی کا نام کیا بتایا ہے؟

۴۔ مصنف نے سڑک کے نسبتی ناموں کو تیاگ دینے کی کیا وجہ بتائی ہے؟

۵۔ مکان کے لبِ سڑک ہونے کا فائدہ کیا ہے؟

۶۔ 'آدمی سڑک بن کر رہ گیا ہے' سے مصنف کی کیا مراد ہے؟

۷۔ مصنف نے سڑک کو کیا کہا ہے؟

◄ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ پسماندہ علاقوں کی سڑکوں اور ترقی یافتہ علاقوں کی سڑکوں کے ناموں میں کیا فرق ہے؟

۲۔ سڑک کے حوالے سے پچھلے زمانے کے اور آج کے آدمی میں کیا فرق ہے؟

◄ مفصل جواب لکھیے۔

۱۔ سڑک اور انسانی زندگی میں مشابہت کو انشائیے کی روشنی میں لکھیے۔

۲۔ مصنف کے سڑکوں پر پریشان پھرنے کے احساسات کو بیان کیجیے۔

◄ سبق کے حوالے سے درج ذیل جملوں کی وضاحت چار سے چھے جملوں میں کیجیے۔

۱۔ آج سڑک کے طول و عرض میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔

۲۔ سڑک کے بطون میں جب احساسِ خودی جاگا تو اس نے اپنے نسبتی نام تیاگ دیے۔

۳۔ بھیڑ اور بھیڑ کا آدمی دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

۴۔ آج آدمی سڑک پر پیدا ہوتا ہے، سڑک پر مرتا ہے اور اپنے ساتھ ایک پختہ سڑک لیے قبر میں اُتر جاتا ہے۔

➤ **درج ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔**

۱۔ رواں دواں ہونا ۲۔ جان گنوانا

۳۔ آسمان سے باتیں کرنا ۴۔ تار تار ہونا

➤ **اپنے گھر سے اسکول تک آنے والی سڑک پر واقع چند اہم مقامات، دفاتر یا دکانوں کے نام خوش خط لکھیے۔**

➤ **خط کشیدہ الفاظ کی جگہ ایسا متبادل لفظ لکھیے جس سے جملے کا مفہوم تبدیل نہ ہو۔**

۱۔ کیسی عجیب بات ہے کہ سڑک بیک وقت آ رہی ہے، جا رہی ہے اور موجود بھی ہے۔

۲۔ ان کے نقشِ قدم سے بنی ایک سطر پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی۔

۳۔ اس کے طول کا ناپنا تو خیر ایک ناممکن سی بات ہے۔

۴۔ جب احساسِ خودی جاگا تو اس نے اپنے نسبتی نام تیاگ دیے۔

۵۔ آدمی صراطِ مستقیم پر بھی ٹیڑھا ٹیڑھا چلتا ہے۔

لفظوں کا کھیل

➤ **'لبِ سڑک' یعنی سڑک کے کنارے۔ یہ ایک لفظی ترکیب ہے۔ 'لب' کے استعمال سے ایسی ہی چار دوسری ترکیبیں بنائیے۔**

➤ **سبق سے اضافی ترکیب کی چار مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔**

تلاش و جستجو

۱۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا سے متعلق معلومات حاصل کیجیے۔

۲۔ 'خودی' سے متعلق علامہ اقبالؔ کے پانچ شعر تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

۳۔ اپنی ریاست یا شہر کی چند اہم سڑکوں کے نام لکھیے۔

سرگرمی

سڑک پر حادثوں سے محفوظ رہنے کے لیے احتیاطی تدابیر اور ٹریفک قوانین سے متعلق پروجیکٹ تیار کیجیے۔

آئیے زبان سیکھیں

یائے اضافت

آپ ساتویں جماعت میں زیرِ اضافت اور ہمزۂ اضافت کے تعلق سے معلومات حاصل کر چکے ہیں۔

اب یہ مثالیں دیکھیے۔ درجۂ اوّل، پردۂ ساز، ستارۂ سحر

ان مثالوں میں 'درجہ/ پردہ/ ستارہ' کا آخری حرف 'ہ' پوری طرح ادا نہیں کیا جاتا ہے (اس 'ہ' کو **'ہائے مختفی'** کہتے ہیں۔ یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں) ایسی 'ہ' کی ترکیبوں میں زیرِ اضافت کی جگہ ہمزہ استعمال کرتے ہیں۔ اور اب ذیل کی مثالوں پر غور کیجیے۔

وادیِ کشمیر، مرضیِ مولیٰ، داعیِ اجل۔

ان مثالوں میں مضاف کے الفاظ (وادی/ مرضی/ داعی) چونکہ حرف 'ی' پر ختم ہوتے ہیں اس لیے ان سے بننے والی اضافی ترکیبوں میں 'ی' کے نیچے زیر لگایا جاتا ہے۔ اسے **'یائے اضافت'** کہتے ہیں۔

ان مثالوں پر توجہ دیجیے۔

بوئے گل، سوئے حرم، گلہائے عقیدت، کارہائے نمایاں۔

اگر مضاف کا آخری حرف 'و' یا 'ا' ہو جیسے 'بو/ سو/ کارہا/ گلہا' تو زیر کی جگہ 'ئے' لگاتے ہیں۔

ذیل کی اضافی ترکیبوں پر غور کیجیے۔

چراغِ محفل، ستم ہائے زمانہ، لولوئے لالہ، نالۂ دل، کوہِ گراں، خوبیِ قسمت۔

NHF JX2

عبارت آموزی

شیر شاہ سوری کی جرنیلی سڑک

سولھویں صدی میں شیر شاہ سوری نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس کی ترجیحات میں ۲۵۰۰ رکلومیٹر طویل سڑک کی تعمیر تھی۔ یہ سڑک کلکتہ (کولکاتا) کو کابل سے ملاتی ہے۔ اس کا مقصد سرکاری پیغام رسانی اور تجارت کو مؤثر اور تیز بنانا تھا۔

اس سڑک کے بارے میں روایت ہے کہ پہلے اس کا نام 'جرنیلی سڑک' تھا جو بعد میں انگریزوں کے دورِ حکومت میں بدل کر 'جی ٹی روڈ' (گرینڈ ٹرنک روڈ) ہوگیا۔ اس سڑک کا گزر کابل سے ہوتا ہوا پہلے لاہور پھر دہلی سے ہوکر بالآخر کولکاتا جا کر ختم ہوتا ہے۔

شیر شاہ سوری نے مسافروں کی آسانی کی خاطر جرنیلی سڑک پر کم و بیش ہر دو کلومیٹر کے بعد کوس مینار بنوائے جو سفر کے دوران مسافروں کی رہنمائی کرتے۔ یہ کوس مینار آج بھی دہلی، کابل اور لاہور کی اس جرنیلی سڑک کے قرب و جوار میں موجود ہیں۔ شیر شاہ سوری کی موت کے بعد مغل حکمرانوں نے بھی اس سڑک کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا۔ ہندوستان پر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے مکمل قبضے کے بعد اس جرنیلی سڑک کے ساتھ ساتھ ریل کا وسیع تر جال بچھایا گیا۔

اب یہ جرنیلی سڑک تین ملکوں میں تقسیم ہوچکی ہے؛ افغانستان، پاکستان اور بھارت۔ تینوں ملکوں کے حصے میں آنے والی یہ جرنیلی سڑک موجود تو ہے مگر اس کی شکل بدل گئی ہے اور اس سڑک کے ساتھ ساتھ شاہراہوں کا جدید نظام متعارف ہونے کے بعد یہاں پر آمدورفت بھی کچھ کم ہوگئی ہے۔

سوالات :

۱۔ جرنیلی سڑک کس بادشاہ نے تعمیر کروائی؟

۲۔ جرنیلی سڑک کی تعمیر کا مقصد کیا تھا؟

۳۔ جرنیلی سڑک کن دو مقامات کو آپس میں جوڑتی ہے؟

۴۔ شیر شاہ سوری نے 'کوس مینار' کیوں بنوائے؟

۵۔ انگریزوں کے دَورِ حکومت میں جرنیلی سڑک کے نام میں کیا تبدیلی ہوئی؟

۶۔ ملک کی تقسیم کے بعد جرنیلی سڑک کتنے ملکوں میں تقسیم ہوگئی؟ ان ملکوں کے نام لکھیے۔